نسب: شرعی نقطۂ نظر

مولانا مفتی مسعود حسن حسنی ندوی
(استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

آج کے اس پرآشوب دور میں جب کہ دنیا اپنے جملہ مادی اسباب ونظریات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے، روز بروز نت نئی ایجادات کے ساتھ دوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر میں لگی رہتی ہے اور سیاروں پر کمندیں ڈالنے میں اپنے ہم عصروں کو پیچھے چھوڑ رہی ہے لیکن دوسری طرف جاہلیت اختیار کرتی چلی جارہی ہے، اوران جاہلی افکار ونظریات کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنے کا عزم مصمم کر چکی ہے، جس کو اس نے ۱۴سو سال پہلے اپنی گردنوں سے نکال پھینکا تھا، آج جاہلیت نئے لباس میں ہمارے سامنے آچکی ہے۔

افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جس چیز کی حفاظت کے لئے شریعت نے نہایت اہم اصول بنائے تھے اور اس میں ادنی سے ادنی پہلو کو اختیار کر کے انسان کی حیثیت اور اس کی بقاء کے لئے نسب کے ثبوت کو مدار قرار دیدیا تا کہ کوئی انسان بغیر نسب کے زندگی نہ گزارے، آج اسکی اہمیت کو بڑی بے باکی سے نظر انداز کیا جارہا ہے، عمدۃ الرعایۃ میں ہے:

اعلم أن هذه المسألة و كذا جميع مسائل النسب مبنية على أصلين مؤسسين بالكتاب و السنة:

أحدهما أن النسب ممايحتاط فی اثباته فيحتال له ،ولو بتأويل و استخراج صورة نادرة وثانيهما:أن لولد للفراش وللعاهر الحجر فاحفظ ذلك۔ (عمدة الرعاية ٦٥٧/٢ ،مطبوعه دارالحديث القاهرة)

حالانکہ نسب کی اہمیت ہر مذہب، ہر فرقہ اور ہر قوم میں یکساں رہی ہے، سماجی لحاظ سے بھی اس کو اہم مقام حاصل رہا ہے اور شرعی لحاظ سے بھی خاندانی نظام کی بنیاد نسب پر قائم ہے، نسب کی بنیاد پر رشتے جڑتے ہیں اور افراد ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں، صلہ رحمی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، قطع رحمی کا قلع قمع ہوتا ہے اور اسی کی بنیاد پر وراثت وولایت کے حقوق کی بجا آوری ہے۔

صالح فوزان لکھتے ہیں :

من هذا العرض السريع لأحكام لحوق النسب تدرك حرص الإسلام على حفظ الأنساب ،لما يترتب على ذلك من المصالح ،لصلة الارحام والتوراث والولاية وغير ذلك ،قال تعالىٰ يا أيهاالناس انا خلقناكم من ذكر وأنثىٰ وجعلنا كم شعوبا وقبائل لتعارفوا ـان أكرمكم عندالله أتقاكم ان الله عليم خبير، سورة الحجرات ١٣ ،فليس المقصود من معرفة الأنساب هو التفاخر والحمية الجاهلية وإنما المقصود به التعاون والتواصل والتراحم وفق الله الجميع لمايحبه ويرضاه۔(الملخص الفقهى :٤١٨)

اس طرح نسب کی بنیاد پر ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے ،محبت والفت کا جذبہ سینوں میں موجزن ہوجاتا ہے ،شفقت ورحم دلی، ہمدردی ومساوات اورمواخات (بھائی چارگی) کا سیل رواں رگ وریشہ میں سرایت کرجاتا ہے، اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنے ایک عظیم احسان کے طور پر اس کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا:

وهوالذى خلق من الماء بشرا وجعله نسباوصهراً وكان ربك قديرا۔ (سورةالفرقان ٥٤)

اللہ ہی تو ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو نسبی اور سسرالی رشتوں میں جوڑا اور تمہارا پرودگار تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کو سامنے رکھا جائے تو یہ امر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ شریعت

اسلامیہ نے نسب کی حفاظت کے لئے وہ اصول وضوابط مقرر کر دیئے ہیں جن سے اسلام میں بچہ کو صحیح النسب قرار دینے اور اسکی اہمیت کو اجاگر کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، تاکہ اس کو اپنے والدین کی جائز اولاد تسلیم کیا جاسکے اور معاشرہ میں انتشار و بداخلاقی نہ پھیلے، اسی وجہ سے نکاح فاسد، اور وطی بالشبہہ کو ثبوت نسب کے لئے حجت قرار دیا گیا، اور زبان نبوی سے یہ اصول بیان کر دیا گیا "الولدللفراش وللعاهرالحجر"۔

اس اہتمام کی وجہ سے ماں کو ملزم نہیں گردانا جاتا، فحشاء کی تہمت سے وہ بچ جاتی ہے، باپ کے لئے بھی اس کے بیٹے کا نسب محفوظ ہو جاتا ہے، اور بیٹا دوسرے کی طرف منسوب نہیں ہوتا اور ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور بچہ کے حقوق وواجبات سے کوئی پہلوتہی نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں شیخ زکریا البشری صاحب لکھتے ہیں:

صانت الشريعة الإسلامية الأنساب من الضياع ---وجعلت ثبوت النسب حقا للولد ،يدفع به عن نفسه ----وحقا لأمه تدرأبه الفضيحة والاتهام بالفحشاء ،وحقالأبيه يحفظ به نسبه وولده أن يضيع أو ينسب لغيره الخ ـ(الاحكام الأسياسية للأسرة الإسلامية فى الفقه والقانون ص: ١٧٥)

اب آیئے ذرا معلوم کریں کہ نسب ہے کیا چیز؟ اور شریعت اسلامی میں اس کا تصور کیا ہے؟

لغوی طور پر باپ کی طرف انتساب کرنے کو نسب سے تعبیر کیا جاتا ہے، ابن سکیت کا کہنا ہے کہ نسب یا باپ کی طرف سے ہوگا یا ماں کی طرف سے ہوگا۔

اصطلاح میں اس تعلق کو کہتے جو دو انسانوں کے درمیان عقد شرعی کے نتیجہ میں تولد کے بعد اولاد کا اپنے والدین سے ہوتا ہے، ملاحظہ ہو مجموعہ قوانین مرتبہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ص-۸۴۷ ودفعہ ۱۴۳- اس کو صاحب الموسوعۃ الفقھیہ نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے:

نسبته إلى أبيه نسباً – والنسب فى الإصطلاح هو: القرابة وهى الإتصال بين إنسانين بالاشتراك فى ولادة قريبة أو بعيدة۔(الموسوعة الفقهية،ج ٤٠،ص: ٢٣١)

اس کے مرادف الفاظ میں عصبہ کا لفظ ہے،عصبہ کا اطلاق مذکر اولاد پر ہوتا ہے:

والعصبة فی الاصطلاح عند الإطلاق، هم الذکور من ولد المیت و آبائه وأولادهم۔

نسب میں عمومیت ہے اور عصبہ میں تخصیص ہے،اس کے علاوہ دیگر وہ الفاظ جو مرادفات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں،وہ نیچے ذکر کئے جارہے ہیں:

(۱)ولاء-آزادی کی بنیاد پر حکم شرعی کا تحقق ہونا

والولاء فی الاصطلاح هو ثبوت حکم شرعی بالعتق أو تعاطی أسبابه۔

ولاء ونسب کے درمیان جو تعلق ہے، وہ وراثت کی بنیاد پر ہے کہ دونوں میں انسان وراثت کا حق دار ہوتا ہے۔

(۲)رحم،یعنی قرابت کا پایا جانا،ایسی رشتہ داری جس میں نہ فرضیت کا تحقق ہوتا ہے اور نہ ہی وہ عصبات میں شامل ہو،لیکن ان لوگوں کی عدم موجودگی میں وراثت کی حقداری ان کے لئے ثابت ہوتی ہو،نسب اور ان میں تعلق یہی ہے کہ دونوں میں ارث کا تحقق ہوتا ہے۔

(۳)مصاہرت:عورت کے گھر والے،اصطلاح میں کہتے ہیں،نکاح کی بنیاد پر جو قرابت حاصل ہوتی ہے، بیوی کی قرابت کی بنیاد پر اس کی بہنیں قرابت میں شامل ہو جاتی ہیں اور شوہر کی قرابت کی بنیاد پر دیوروں کا وجود ہوتا ہے،نسب اور مصاہرت میں جو تعلق ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ نسب کے بعض احکام مصاہرت میں بھی پائے جاتے ہیں۔

جس طرح نسب کی بنیاد پر کچھ رشتوں کو حرام قرار دیا گیا اسی طرح صہر کی بنیاد پر بھی بعض رشتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

”و أخرج عبد بن حمید عن قتادةؓ ”فجعله نسبا و صهرا،“ قال: ذکر الله الصهر مع النسب وحرم أربع عشرة إمرأة: سبعا من النسب و سبعاً من الصهر، فاستوی محرم الله فی النسب والصهر“ (الدر المنثور فی تفسیر المأثور لأبی بکر السیوطیؒ ۱۳٦/٥)

صاحب **تفسیر البیضاوی** " فجعله نسبا و صهرا،" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أی قسمه قسمین ذوی نسب أی ذکورا ینسب إلیهم وذوات صهر أی اناثا یصاهر بهن کقوله تعالی(فجعل منه الزوجین الذکر والأنثی) تفسیر البیضاوی لعبد الله بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی ٢/١٤٤)

(۴) رضاعت: بچہ کا خاص مدت میں عورت کے دودھ کا پی لینا، نسب اور رضاعت کے درمیان جو تعلق ہے وہ یہ ہے کہ نسب کی بنیاد پر جو احکامات ثابت ہوتے ہیں ان میں سے بعض احکام رضاعت کی بنیاد پر بھی ثابت ہوتے ہیں جیسے نکاح کا حرام ہونا۔(الموسوعۃ الفقہیہ، ۲۳۳/۴۰)

نسب سے متعلق احکام

نسب کے سلسلہ میں احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا، شریعت نے ادنی امکان کی بنیاد پر بھی نسب کو ثابت کیا ہے اور "الولدللفراش وللعاهرالحجر "کا ایسا اصول بنادیا گیا ہے کہ کوئی شخص آسانی سے نہ اقرار کرے اور نہ انکار کرے، کیونکہ نسب کے ثبوت کی صورت میں شریعت کے احکامات کا تحقق ہوتا ہے اور کسی بھی انسان پر اس بات کو حرام قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ کسی ایسے کو اولاد بنائے جو اس کی اولاد نہیں ہے اور اپنی اولاد کے اولاد ہونے کا انکار کرے، حدیث میں اس کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے:

"أیما رجل جحد ولده وهو ینظر الیه احتجب الله منه وفضحه علی رؤوس الأولین والآخرین یوم القیام"(اخرجه ابود اؤ د ٢/ ٦٩٥- ٦٩٦ ط حمص، الموسوعة الفقهیة،٤ /٢٣٢)

یہ چیز فعل قبیح کے دائرہ میں آتی ہے اور بدترین گناہ کے زمرہ میں اس کو شمار کیا گیا ہے، اس کے علاوہ متعدد روایات اس باب میں منقول ہیں۔

(۲) حقوق النسب: نسب کی بنیاد پر بہت سے حقوق متعلق ہوتے ہیں، باپ پر کچھ احکامات کا لزوم ہوتا ہے، اسی طرح ماں کے بھی حقوق ہوتے ہیں، کیونکہ ماں کو اس کی بنیاد

پر عار دلائی جاتی ہے اور وہ بہت کچھ اس کے لئے برداشت کرتی ہے، اور اسی طرح سے حق اللہ بھی اس سے متعلق ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کرنا اللہ کے حکم کی بنیاد پر ہوتا ہے، اب اگر کوئی نسب کا انکار کردے جبکہ اس سے نسب متعلق ہو رہا ہو تو گویا کہ وہ ان تمام حقوق سے پہلوتہی کر رہا ہے، جو کہ گناہ کا باعث ہے۔

نسب کے اسباب

دو ہیں (۱) نکاح (۲) استیلاد۔ بعض لوگوں نے اس کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ نکاح کے تین مراتب ہیں۔ یعنی نکاح کی بنیاد پر نسب کے ثبوت کے لئے جو فراش (زوجیت) پائی جاتی ہے وہ تین مراتب پر مشتمل ہوتی ہے۔

(۱) فراش قوی (۲) فراش متوسط (۳) فراش ضعیف، پہلی صورت میں ہر حال میں نسب کا ثبوت ہوگا الا یہ کہ باپ نسب کا انکار کرے تو ایسی صورت میں لعان کی صورت میں نسب کا ثبوت نہیں ہوگا، اور اگر لعان سے انکار کردے تو نسب اسی سے ثابت ہوگا۔

(۲) فراش متوسط یعنی عورت کا ام ولد ہونا، بغیر دعوی کے نسب کا ثبوت ہو جائے گا اور محض نفی کر دینے سے اس کی نفی کو معتبر مان لیا جائے گا۔

(۳) فراش ضعیف: دعوی کی بنیاد پر ہی نسب کا ثبوت ہوگا، وہ باندی ہے جس کے یہاں آقا سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو:

الفراش ثلاثة: قوی وهی المنكوحة فلا ينتفی ولدها إلا باللعان، متوسط: وهو فراش أم الولد فيثبت نسب ولدها من غير دعوة. وينتفی بمجرد النفی ضعيف: لايثبت نسب الولد منه إلا بدعوة وهو فراش الأمة التی لم تثبت لها أمومية الولد انتهی۔(كشاف اصطلاحات الفنون للعلامة محمد علی التهانوی ۲/۲۲۲)

مذکورہ تفصیل کو سامنے رکھنے کے بعد اگر ہم جائزہ لیں تو ہمارے لئے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ نسب کے ثبوت کا جو سب سے بنیادی اور قوی ضابطہ و کلیہ ہے وہ نکاح کا

پایا جاتا ہے، اور نکاح کا صحیح ہونا اس معاملہ میں لزوم کے درجہ میں نہیں، نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو، نسب کا ثبوت صرف اسی پر منحصر نہیں ہے بلکہ شبہ کی بنیاد پر اگر وطی پائی جاتی ہے تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو نکاح صحیح یا فاسد کا ہوگا، اور اس میں ضابطہ اور کلیہ وہی روایت ہے۔"الولد للفراش وللعاهر الحجر" فراش سے مراد زوجیت کا پایا جانا ہے، نکاح کی بنیاد پر نسب کے صحیح ہونے کے لئے چند بنیادی شرطیں ہیں:

(۱) شوہر اس عمر کا ہو جس سے عادتاً حمل قرار پاسکتا ہو یعنی یہ کہ بالغ ہو، مالکیہ و شافعیہؒ کے یہاں کم از کم نو سال کا ہونا ضروری ہے، اس سے کم پر بلوغ کا تحقق نہیں ہوگا، احناف کے یہاں ۱۲ سال کی عمر میں بلوغ کا تحقق ہوگا، حنابلہ کے یہاں دس سال کی عمر بلوغ کے لئے معتبر ہے، حنفیہ کا ایک قول یہ ہے کہ علامت بلوغ میں سے کسی علامت کے پائے جانے کی صورت میں بلوغ کا تحقق ہو جائے گا عمر کی قید نہ ہوگی۔

(۲) ثبوت نسب کے لئے امکان وطی سے کم از کم چھ ماہ کی مدت کا ہونا شرط ہے جمہور ائمہ کے نزدیک، احناف کے نزدیک نکاح کے بعد چھ ماہ کا گزرنا کافی ہے، اور چھ ماہ سے کم میں بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ بچہ نکاح سے پہلے کا ہے کیونکہ مدت حمل کم از کم ۶ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ احناف کے یہاں دو سال ہے بعض ائمہ کے یہاں پانچ سال، اور بعض کے یہاں چار سال ہے۔

(۳) عقد نکاح کے بعد بیوی اور شوہر کے ملنے کا امکان ہو، لہذا ان تمام صورتوں میں نسب کو ثابت مانا جائے گا، کیونکہ یہ فراش قوی کے دائرہ میں آتا ہے، ہاں اگر مجلس عقد ہی میں طلاق دے دیتا ہے اور عقد زواج کے وقت وہ دونوں اتنی دور ہیں جن میں کسی بھی طرح ملاقات کا امکان نہیں ہے تو جمہور ائمہ کے نزدیک نسب کا ثبوت نہ ہوگا، لیکن احناف ایسی صورت میں بھی نکاح کی بنیاد پر نسب کے ثبوت کے قائل ہیں:

وعند الحنفية يلحقه، لأن عقد الزواج الصحيح عندهم كاف فى ثبوت النسب حتى لولم يلتقيا (الموسوعة الفقهية ، ۲۳۵/٤٠)

جہاں تک عقد فاسد کی بنیاد پر نسب کے ثبوت کا تعلق ہے تو اس میں مرد و زن کے درمیان جنسی تعلق کا پایا جانا شرط ہے۔ اگر دخول نہ پایا جائے تو نسب ثابت نہ ہوگا، اس لئے کہ نسب کے معاملہ میں بچہ کی بقاء کے لیے احتیاطی پہلو کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

اب معاملہ یہ آتا ہے کہ جس طرح نکاح صحیح میں نکاح کے بعد سے چھ ماہ کی مدت کا اعتبار کیا جاتا ہے کیا نکاح فاسد میں بھی ایسا ہی ہے یا کچھ فرق ہے؟ تو بعضوں نے نکاح صحیح پر قیاس کرتے ہوئے یہی بات کہی ہے، لیکن امام محمد نے میاں بیوی کے ملاپ کے وقت سے چھ ماہ کی مدت کا اعتبار کیا ہے، اس لئے کہ نکاح فاسد وطی کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے، برخلاف نکاح صحیح کے وہ وطی کے قائم مقام ہوتا ہے اور امام محمد کا قول راجح ہے۔ (ایضاً، ملاحظہ ہو الموسوعۃ الفقہیہ)

وطی بالشبہہ یعنی اجنبی مرد کا کسی عورت کے ساتھ بیوی کے شبہہ میں جنسی تعلق قائم ہونا تو اس سے بھی نسب ثابت ہوگا، کیونکہ وطی بالشبہہ کو تحری کے قائم مقام مانا ہے اور تحری کا پایا جانا حکم کے اثبات میں مانع نہیں ہے، مثال کے طور پر کسی نے کسی عورت سے اس شبہہ میں وطی کر لی کہ وہ اس کی بیوی ہے یا اس کی باندی ہے یا تین طلاق دی پھر کسی مفتی نے اس کے ایک ہونے کا فتوی دیا، اس کی بنیاد پر اس نے اس سے وطی کر لی اور اس وطی کی بنیاد پر چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ ثابت النسب مانا جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ زنا کی بنیاد پر نسب کا ثبوت نہ ہوگا، کیونکہ زنا حرام ہے اور اولاد نعمت ہے اور نعمت کا حصول حرام ذریعہ سے ممکن نہیں ہے۔

نسب کے ثبوت کا دوسرا سبب استیلاد ہے، جس کے لغوی معنی لڑکے کا طلب کرنا ہے اور اصطلاح میں کہتے ہیں کہ جاریہ ام ولد ہو جائے، احناف کے یہاں یہ فراش متوسط کے دائرے میں مانا گیا ہے کہ شوہر کے اقرار کے بعد ہی وہ ام ولد ہوگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت مانا جائے گا اور نسب کے ثابت ہونے کی صورت میں بہت سے شرعی احکام ان دونوں سے متعلق ہوں گے۔

ثبوت نسب کی صورتیں

ثبوت نسب کے اسباب کے بعد اب ثبوت نسب کی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں:

ا۔ان میں سب سے پہلی صورت نکاح کی ہے جس کو فراش سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے فراش کے لغوی معنی وطی کے ہوتے ہیں اور اصطلاح میں فراش کا اطلاق منکوحہ پر ہوتا ہے اس کی بنیاد حدیث "الولد للفراش وللعاهر الحجر" پر ہے۔

احناف کے یہاں نسب ثابت ہونے کے لئے فراش کا ہونا کافی ہے، دیگر حضرات کے یہاں امکان التلاقی کی بنیاد پر ہی نسب ثابت ہوگا۔

۲۔دوسری صورت اقرار کی ہے، یہ اقرار کریں کہ بچہ میرا ہے، اس کے ذریعہ نسب ثابت ہونے کی متعدد شرطیں ہیں:

الف۔جس کے بارے میں اقرار کیا جا رہا ہے وہ معروف النسب نہ ہو اور اگر وہ معروف النسب ہے تو اقرار باطل قرار دیا جائے گا۔

ب۔اقرار کرنے والا ایسی عمر میں ہو کہ اس سے بچہ کی پیدائش ممکن ہو۔

ج۔ بچہ عاقل و بالغ ہو، احناف کے نزدیک ممیّز ہو کہ وہ اقرار کرنے والے کی تصدیق کر سکتا ہو۔

د۔یہ ظاہر نہ ہو کہ اقرار کرنے والا کسی قسم کا نفع حاصل کرنا چاہتا ہے یا اقرار سے کسی نقصان سے بچنا چاہتا ہے مثلاً کوئی مالدار مرے اس کے بارے میں کوئی دعوی کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

ہ۔تیسری صورت بینہ کی ہے: نسب ثابت ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس پر بینہ یعنی دعوی نسب پر ثبوت پیش کیا جائے، جمہور فقہاء کے نزدیک دو عادل مردوں کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا، احناف کے نزدیک دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت معتبر ہوگی۔

و۔نسب کے معروف ہونے کا شہرہ ہو، ہر شخص اس کو معروف النسب سمجھتا ہو اور اس کے نسب کی بات اتنی مشہور ہو کہ انکار کی گنجائش نہ ہو۔

ز۔جمہور فقہاء نے قیافہ کی بنیاد پر نسب کو ثابت کیا ہے جبکہ کسی قسم کا تعارض نہ ہو اور نسب کے عدم ثبوت کے سلسلہ میں کوئی راجح دلیل نہ ہو، اس سلسلہ میں حضرت زید بن حارثہ کے واقعہ کو حجت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، احناف اس کو حجت شرعی کے دائرہ میں نہیں مانتے ہیں۔

ح۔حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ پر محیط ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ احناف کے نزدیک دوسال پر محیط ہے، شوافع، حنابلہ و مالکیہ کے نزدیک چار سال کی مدت پر محیط ہے اور حنابلہ کا ایک قول دو سال کا اور مالکیہ کا ایک قول پانچ سال کا بھی ہے۔(ملاحظہ ہو الموسوعۃ الفقہیہ ۴۰/۲۳۷ تا ۲۴۰)

زنا کی بنیاد پر نسب کا ثبوت ہوگا یا نہیں؟

فقہاء کا کہنا ہے کہ زنا کی بنیاد پر نسب کا ثبوت نہیں ہوگا کیونکہ نسب کا تعلق کرامت پر مبنی ہوتا ہے اور زنا میں اہانت پائی جاتی ہے، لہذا دونوں کو یکجا نہیں کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد پر نسب ثابت نہیں فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' کا ذکر کر کے اس کی نفی کر دی ہے۔

اس اصول سے یہ ثابت ہو گیا کہ عورت اگر بغیر شوہر کی ہے تو اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب اسی عورت سے متعلق ہوگا اور ساری ذمہ داریاں اسی عورت سے متعلق ہوں گی، اس کا وہ وارث بھی بنے گا اور اگر وہ شوہر والی ہے اور شوہر اس لڑکے یا لڑکی کا منکر نہیں ہے تو اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور سارے حقوق حتی کہ وراثت کے معاملات سب اسی کی طرف لوٹیں گے، وہ لڑکا اپنے ماں کے شوہر کی اولاد قرار دیا جائے گا، ایک سوال کے جواب میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: وہ اس شخص کا لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا، اگر خوشدامن کا خاوند ہو تو اس کی طرف منسوب ہوگا، ورنہ وہ ولد الزنا قرار

پائے گا،صرف ماں سے اس کا نسب ثابت ہوگا (کفایت المفتی: جلد۵/۲۵۹)

اقرار کے علاوہ اور کن کن چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا اس کی تفصیل آگے آئے گی لیکن اقرار کی کیا کیا نوعیتیں ہیں اور کیا تفصیلات ہیں،اس کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

نسب کے علم ہونے کی صورت میں اقرار وجوب کے درجے میں ہے اور عدم علم کی صورت میں اقرار حرام ہے،اقرار کی بنیاد پر نسب ثابت ہو جاتا ہے،اس پر تمام علماء وفقہاء کا اتفاق ہے لیکن تفاصیل کے سلسلے میں اختلافات ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک اقرار بالنسب دو نوعیّتوں پر مبنی ہے:

(۱) وارث کے سلسلے میں اقرار کرنا۔

(۲) وارث کا اقرار اپنے مورث کے سلسلے میں۔

اس کی تفصیلات کے لیے الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴۰/۴۰ تا ۲۴۹

اقرار کرنے کے بعد اپنے اقرار سے رجوع جائز نہیں ہے

لقیط کا کیا حکم ہے؟

لقیط کے نسب کے سلسلہ میں فقہاء کا کہنا ہے کہ جس سے وہ اپنا نسب ثابت کرنا چاہتا ہے،اگر وہ مسلمان وآزاد ہے اور نسب کے ثابت ہونے کا امکان ہے تو اس سے اس کا نسب جوڑ دیا جائے گا۔

سابق میں جو صورتیں ذکر کی گئی ہیں،ان کے علاوہ بھی فقہاء اور علماء نے نسب کے ثبوت کے لیے کچھ چیزوں کا اعتبار کیا ہے،ان میں سے ایک چیز قرعہ اندازی ہے،جمہور فقہاء نے قرعہ کو نسب کے ثبوت کے لیے معتبر نہیں مانا ہے،البتہ ضرورتاً سماع کی شہادت کی بنیاد پر ثبوت نسب کو معتبر مانا ہے۔

احناف کے نزدیک اگر خبر کو روایت کرنے والی ایک بڑی جماعت ہو تو اس کی بنیاد پر نسب ثابت مانا جائے گا۔

اوراسی طرح کسی کےنسب کی شہرت ہواوراس شہرت کی کوئی گواہی دےتو اس کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا۔

الشهادة بالشهرة في النسب وغيره بطريقتين الحقيقية والحكمية۔ (الفتاوى الهندية، ج۳،ص:٤٥٨)

قال المالكية الشهادة على السماع عند مالك وأصحابه جائزة في النسب المشهور......واشترط الشافعية الاستفاضة ايضاً......وذكر النووي ان مما تجوز فيه الشهادة بالتسامع وهوالاستفاضة النسب۔(الموسوعة الفقهية، ج٢٥٠/٤٠)

ويوافق الحنابلة الشافعية كذلك في اشتراط العدد أوالاستفاضة بالنسبة للنسب۔(الموسوعة الفقهية،ج٢٥١/٤٠)

اسی طرح نسب کے ثبوت کے لیے دعوی کا پایا جانا اس وقت ضروری ہوگا جب کہ شہادت کا مطالبہ ہو۔

فذهب الحنفية والحنابلة والشافعية في مقابل الصحيح الى ان الشهادة على النسب لا تقبل من غير دعوى ووجه ذلك ان النسب حق لآدمي وحقه لا تقبل فيه شهادة الحسبة۔((الموسوعة الفقهية،ج٤٠،ص:٢٥٣)

اسی طرح قاضی کے فیصلے کو بھی حکم کے درجہ میں رکھا گیا ہے،نسب میں بعضوں نے تحکیم کا اعتبار کیا اور بعضوں نے نہیں کیا ہے،تحلیف (قسم کھلانا)،نسب کے سلسلے میں حنفیہ مالکیہ اور حنابلہ نے تحلیف کا اعتبار نہیں کیا امام ابویوسف محمد نے تحلیف کو معتبر مانا ہے۔

نسب کے ثبوت کے بعد بہت سے شرعی احکامات کا لزوم ہوتا ہے:

(۱) نفقہ: نفقہ کا ثبوت ہونا اس کی تفصیلات ہیں لزوم نفقہ کے سلسلے میں فقہاء متفق ہیں۔

(۲) قصاص کا سقوط،جمہور کا کہنا ہے کہ باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(۳) نسب کا ثبوت بہت سے معاملہ میں ولایت کا سبب بنتا ہے،ولی ہونے کی صورت

میں نکاح کرانا، قصاص کی ادائیگی کروانا اور مال پر تصرف کا اختیار ہونا وغیرہ کا حق ہوگا۔

(۴) وراثت کا سبب بنے گا، فقہاء کا اتفاق ہے کہ وارث مورث کے مال کا حقدار ہوگا۔

(۵) نسب کی بنیاد پر نکاح حرام ہوگا اور اس میں تقریبا ۱۲/رشتے ملتے ہیں جس میں سات رشتے نسب کی بنیاد پر حرام ہیں جن کا ذکر قران مجید کی آیت حرمت علیکم أمهاتکم الخ (سوره النساء ۲۳)

اور پانچ سے رشتہ صہری بنیادوں پر حرام ہے:

والصهر خمسة اصناف ذكروا فى قوله "وامهاتكم التى ارضعنكم" الى قوله" وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم "النساء/۲۳ (احكام القران للجصاص ۳/٤٤٢)

کفاءت میں نسب کا اعتبار ہوگا

اس سلسلے میں علماء وفقہا کے درمیان اختلاف ہے، بعضوں نے اس کا اعتبار کیا اور بعضوں نے اعتبار نہیں کیا ہے، احناف نسب کے سلسلے میں کفاءت کو معتبر مانتے ہیں، فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

أحدها النسب وفى الخانية: لا خلاف فيها بيننا واعلم بان الناس طبقات ثلاثة قريش والعرب والموالى۔

اس پر طویل بحث کی گئی ہے، دلائل سے معتبر ماننے والے حضرات نے اس کو واضح کیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاوی تاتارخانیہ ۴/۱۳۱، خلاصۃ الفقہاء باب الکفاءۃ اور مولانا عبیداللہ اسعدی کے جدید فقہی مباحث ۲۴۶/جلد ششم تا ۲۵۸ ملاحظہ ہو)

کفاءت نسبی کو شریعت نے معتبر مانا ہے، ہاں فخر ومباہات سے منع کیا ہے، آیات وروایات جن کے ذریعے امت کا ایک طبقہ کفاءت نسبی کو معتبر نہیں مانتا ہے، وہ تفاخر بالنسب کے ناپسندیدگی کو بتاتا ہے، صاحب روح المعانی روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقد دلت على انه لا ينبغى التفاخر بالانساب۔ (ملاحظہ ہو جدید فقہی مباحث

جلد۶ رص ۲۶۰)

لعان کی بنیاد پر نسب کی نفی کر دی جائے گی اور شوہر سے لعان کے بعد نسب ثابت نہیں کیا جائے گا، ایسی صورت میں بچہ کا نسب بچہ کی ماں سے ثابت کیا جائے گا اور ماں پر ہی اس بچہ کا نفقہ واجب ہوگا اور دیگر شرعی معاملات میں وہ اسی کے تابع مانا جائے گا۔

اسی طرح اگر نسب کا اقرار کرلیا اور اقرار کے سلسلے میں اس کی جانب سے کوئی دلیل پالی گئی مثلاً خبر دینے کی صورت میں اس نے خاموشی اختیار کی یا دعا پر آمین کہی وغیرہ تو پھر وہ اپنے اقرار سے پھر نہیں سکتا اور اس سے اس کا نسب ثابت مانا جائے گا۔

اسی طرح انکار کرنے کی صورت میں اگر فراش قوی ہو اور عورت اس کی تصدیق بھی کر دے تب بھی نسب معتبر مانا جائے گا کیونکہ نفی نسب کے لیے لعان ضروری ہے جو یہاں نہیں پایا جارہا ہے۔

اب اخیر میں مجموعہ قوانین اسلامی میں جو دفعات ثبوت نسب کے لیے ذکر کی گئی ہیں ان کو نقل کر دینے پر اکتفاء کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دوسال ہے، اس دوران اگر بچہ کی پیدائش ہوتی ہے وہ بچہ ثابت النسب مانا جائے گا۔

(۲) چھ ماہ سے کم مدت میں نکاح صحیح کے بعد اگر بچہ کی پیدائش ہوگی تو وہ بچہ شوہر سے ثابت النسب نہ ہوگا، پورے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں اگر بچہ کی پیدائش ہوتی ہے وہ ثابت النسب ہوگا، اور اس سلسلہ میں شوہر کے دعوی کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر شوہر اس بچہ کا انکار کرتا ہے تو بغیر لعان کے بچہ کی نفی معتبر نہ ہوگی، لعان کی صورت میں بچہ کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت نہ ہوگا۔

(۳) نکاح فاسد میں وطی کے دن سے چھ ماہ یا زائد کی مدت نسب کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے اور بچہ کے ثابت ہونے کے لئے شوہر کا دعویٰ ضروری نہیں ہے۔

(۴) وطی بالشبہہ میں چھ مہینہ یا زائد پر بچہ پیدا ہوتو بچہ کے ثابت النسب ہونے کے

لئے وطی کرنے والے کے لئے دعوی کرنا ضروری ہوگا، ورنہ بچہ ثابت النسب ہوگا۔

(۵) اگر معتدہ رجعیہ کو عدت گزر جانے کے اقرار سے پہلے بچہ پیدا ہوتو وہ بچہ ثابت النسب قرار پائے گا اگر چہ کہ بچہ دو سال کے بعد ہی پیدا ہو، اور اگر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار کر لیا اور اس کے بعد چھ مہینہ کے اندر بچہ پیدا ہوتو وہ ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں۔

(۶) مطلقہ بائنہ یا مغلظہ کو اگر بعد طلاق چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوتو وہ بھی ثابت النسب ہوگا، چھ مہینہ کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہوتو بھی بچہ ثابت النسب ہوگا، اسی طرح اگر دو سال پر یا دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا اور عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو اور شوہر دعوی کرے تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔

(۷) اگر شوہر کی وفات کے بعد چھ مہینہ کے اندر بچہ پیدا ہوتو وہ ثابت النسب ہوگا اور اگر دو سال کے اندر پیدا ہوا اور اس نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو، یا اقرار کر لیا، مگر اقرار کے بعد چھ مہینہ گزرنے سے پہلے ہی بچہ پیدا ہوتو وہ ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں۔ (خلاصہ مجموعہ قوانین اسلام)

حوالہ جات:

۱۔ ملاحظہ ہو، ہدایہ باب ثبوت النسب
۲۔ ردالمختار
۳۔ البحرالرائق
۴۔ بدائع الصنائع
۵۔ فتاوی ہندیہ
۶۔ خلاصۃ الفقہاء ۲۶۷ تا ۲۷۵
۷۔ فتاوی تاتارخانیہ ج ۴/۱۳۱ تا ۱۳۳

۸۔مجموعہ قوانین اسلام مرتبہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب –نسب اولاد،اکیسواں باب)
۹۔کفایت المفتی ج۵/۲۴۵تا۲۶۱
۱۰۔الموسوعۃ الفقہیۃ:۴۰/۲۳۱تا۲۵۶
۱۱۔فتاوی تاتارخانیہ:ج۱۰/۲۱۱تا۲۱۸–ج:۱۲/۲۵۹تا۲۷۲
۱۲۔الاحکام الاساسیۃ للأسرۃ الاسلامیۃ فی الفقہ والقانون ۱۷۵تا۱۹۲
۱۳۔فتاوی ابن تیمیہ ج۳۴
۱۴۔بچوں کے احکام مسائل۔مرتبہ:مولانا فیصل احمد بھٹکلی
۱۵۔جدید فقہی مباحث:۶/مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب زید مجدہ
۱۶۔جدید فقہی مسائل ج۴/مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہ
۱۷۔الملخص الفقہی۔شیخ صالح فوزان
۱۸۔تفسیر البیضاوی۔عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی
۱۹۔الدرالمنثور فی تفسیر الماثور۔ابوبکر السیوطی
۲۰۔کشاف اصطلاحات الفنون۔علامہ محمد تھانوی